میں مسافر کربلا کا اور میرا امتحاں 263

بے وطن تشنہ دہن زخمی بدن جاؤں کہاں

ہے اذاں اکبرؑ کی میرے امتحاں کی ابتدا
تیر کی برسات میں کرنا ہے وہ سجدہ ادا
اِس سحر میں مجھ سے بچھڑیں گے زہیرؑ و اوسجہؑ

باندھ کے سر پہ کفن ہر جواں تیار ہے
اُس طرف تیغیں اِدھر بس صبر کا ہتھیار ہے
یا علیؑ بس آپ کی امداد اب درکار ہے
پیاس ہے عباسؑ ہے اہلِ ستم کے درمیاں

وہ چلے عونؑ و محمدؑ باندھ کر سر سے کفن
رات بھر کیا نہ کیا سمجھاتی رہی میری بہن
لگ گیا زینبؑ کے اِن شمس و قمر کو جب گہن

میں چلا لاشیں اُٹھانے کانپتے ہاتھوں سے جب
سانس تھی باقی ابھی بچوں میں اور ہلتے تھے لب
صرف ماموں جان کہہ پائے وہ زخموں کے سبب
کیا کروں کیسے کہوں ہونے نہ پائے تم جواں

اماں زہراؑ دیکھیئے خیموں میں جو کہرام ہے
اب علی اکبرؑ ہے میرا اور فوجِ شام ہے
اُس طرف نیزے ہزاروں اور میرا گلفام ہے

کیجئے اماں دعا یہ امتحاں بھی سہہ سکوں
صبر کا دامن نہ چھوٹے دل پہ بھی قابو رکھوں
سینۂ اکبرؑ سے برچھی کھینچنا ہے کھینچ لوں
تشنہ لب ہئے ہئے غضب مرتا ہے لیکر ہچکیاں

اب قیامت زینبؑ و کلثومؑ پر آجائیگی
اب طمانچے شمر کے بالی سکینہؑ کھائے گی
تشنگی زندہ رہے گی علقمہ مرجائیگی

دیکھیئے ٹھنڈا ہوا ساحل پہ وہ میرا علم
کر دیئے اہلِ جفا نے اب میرے بازو قلم
گود میں میری ابھی توڑا میرے غازی نے دم
جھک گئی میری کمر ٹوٹا ہے مجھ پر آسماں

وہ جسے کل شب بنایا ماں نے دولھا وہ جواں
ہاتھ میں مہندی سجا کر کہہ رہا تھا عمو جاں
جو مزا ہے موت میں وہ زندگی میں ہے کہاں

باندھ کر مثلِ کفن سہرا گیا میدان میں 263
ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا سارا بدن اِک آن میں
حد تو یہ ہے لاش تک آئی نہیں پہچان میں
سر کہیں بازو کہیں بکھری پڑی تھیں پسلیاں

سن کے ھل من کی صدا جھولے سے اِک غازی چلا
نقش بھی جس کا نہ پایا کربلا نے پاؤں کا
تھی کماں ہونٹوں کی اور سوکھی زباں کا تیر تھا

تیر کی برسات میں پیاسہ نہانے آگیا
مجھ سے پہلے دین و قرآں کو بچانے آگیا
تیر گردن پر لگا ہنس کر رُلانے آگیا
تیر تھا قد سے بڑا مرگئی یہ سن کے ماں

دفن کر کے لاشِ اصغرؑ ابنِ زہراؑ نے کہا
آخری فدیہ بھی تیری نذر ہے میرے
ارجعی کہنے سے پہلے دیکھ اب سجدا میرا

اب تہہِ خنجر کروں گا آج تجھ سے گفتگو
آ رہا ہوں تیری جانب خون سے کر کے وضو
مر گیا اکبرؑ میرا زندہ ہے تیری آبرو
اِک صدا ریحانؔ یہ گونجی سرِ نوکِ سناں
میں مسافر کربلا کا اور میرا امتحان